گجرات کی ابتدائی علمی و ادبی روایت

محمد ابوبکر فاروقی
لیکچرر اُردو
سٹی کیمپس، یونیورسٹی آف گجرات

EARLY LITERARY TRADITION OF GUJRAT

Muhammad Abu Bakr Faruqi
Lecturer in Urdu
City campus, University of Gujrat

Abstract

Gujrat is a famous and celebrated city of Punjab-Pakistan. It enjoys literary history of about four hundred years. Scholars, writers and poets hailing from Gujrat got due recognition in literary world. This article covers preliminary literary traces of Gujrat and their writers along specimens of their literary contributions.

Keywords:

گجرات، عہد اکبری، اورنگ زیب عالمگیر، قرآن، حدیث، فقہ، موسیقی، نوشاہی، شعر، آئینۂ گجرات

عہد اکبری میں گجرات کی بستی کو نئے سرے سے آباد کیا گیا۔ نئی آبادی کے ساتھ ساتھ یہاں نیا قانون بھی متعارف کرایا گیا۔ عدل و انصاف کے قیام کا خصوصی اہتمام کیا گیا اور باقاعدہ قاضی مقرر کیے گئے۔ اس عہد میں گجرات کافی پرسکون رہا۔ اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالمگیر کے دور اقتدار میں جہاں پورے ہندوستان نے ترقی کی وہاں پنجاب کے اس چھوٹے سے شہر نے بھی خوب ترقی کی۔ یہ دور ثقافتی و مذہبی رواداری، تعمیری رجحانات اور اقتصادی استحکام کا دور تھا۔ اس زمانے میں مسلمانوں کا اثر و رسوخ پورے ہندوستان میں تھا۔ اولیا اور صوفیا مختلف علاقوں میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام کر رہے تھے۔ سرکاری زبان فارسی تھی لیکن اردو مسلمانوں اور خانقاہوں کی وجہ سے ایک نئی زبان کے طور پر متعارف ہو رہی تھی۔ یہ سلسلہ صرف ایک مخصوص علاقہ میں جاری نہ تھا بلکہ جہاں جہاں مغلیہ سلطنت موجود تھی وہاں اردو کا ارتقا بھی جاری تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے صوبہ پنجاب مغلوں کے ہاتھ سے نکلا اور اس پر سکھوں نے قبضہ کر لیا۔ نادر شاہ نے قتل و غارت کا بازار گرم کیے رکھا۔ ۱۳۴۱ھ میں سکھوں نے لوٹ مار شروع کر دی اور پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ اس انتشار کی زد میں گجرات بھی رہا۔ ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے سکھوں کو شکست دے کر خود قبضہ کر لیا۔ انگریزی عہد میں گجرات پرسکون رہا۔ ان تینوں ادوار کا علم ہمیں اس دور کے شعرا کے کلام سے بھی ہوتا ہے۔ اردو زبان کے ارتقا کا یہی دور ہے۔ اس دور میں جہاں دکن والے اردو زبان میں طبع آزمائی کر رہے تھے وہیں پنجاب کے شہر گجرات میں بھی اس کام کے آثار ملتے ہیں۔ قلی قطب شاہ کو اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر مانا جاتا ہے لیکن گجرات میں ان سے پہلے اردو کے نمونے ملتے ہیں۔ سترھویں صدی سے انیسویں صدی کے اختتام تک پاکستانی گجرات کے شعرا کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

محمد نوشہ گنج بخش

محمد نوشہ گنج بخش ۲۱/ اگست ۱۵۲۸ء (بقول نوشاہی خاندان) میں گجرات کے گاؤں گھوگانوالی میں پیدا ہوئے۔ یہ دور شیر شاہ سوری کے بیٹے اسلام شاہ سوری کا تھا۔ آپ کا نام محمد، لقب نوشہ اور خطاب گنج بخش تھا۔ آپ کے والد کا نام علاؤالدین حسین تھا۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کے والد نے آپ کو ایک مکتب میں داخل کرایا۔ آپ بہت ذہین اور لائق تھے۔ تین ماہ کے اندر قرآن پاک حفظ کر لیا۔ گیارہ برس کی عمر میں عبادت کے لیے جنگلوں کی طرف نکل جایا کرتے تھے۔ ۲۹ سال کی عمر میں شاہ سلیمان قادری کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ کچھ عرصہ بعد پیر و مرشد نے آپ کو خلافت عطا کی۔ اپنے بیٹوں کو ان کا مرید کرایا اور اپنے مریدوں کو بھی محمد نوشہ کے سپرد کر دیا۔ حکیم احسان بٹ لکھتے ہیں:

> ”آپ قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، نجوم، طب، موسیقی اور حرب کے علاوہ کئی دیگر علوم میں بھی
> مہارت رکھتے تھے۔“(۱)

آپ کی لیاقت واہلیت کی بنا پر آپ کے مرشد نے آپ کو اپنا خلیفہ بنایا۔

آپ کو سیر وسیاحت کا بہت شوق تھا۔آپ نے مصر اور عرب کا سفر بھی کیا۔ساری عمر تبلیغ کی ۔ایک روایت ہے کہ شاہ جہاں حضرت محمد نوشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خصوصی دعا سے قندھار فتح ہو گیا۔آپ نے شاہ جہاں کے عہد میں ۱۶۴۳ء میں وفات پائی ۔حضرت نوشہ سے سلسلہ نوشاہی شروع ہوا۔آج بھی اس سلسلہ کے ہزاروں عقیدت مند ہیں ۔آپ نے تصوف کے موضوع پر کئی کتابیں لکھیں۔آپ نے فارسی، پنجابی اور اردو تینوں زبانوں میں لکھا۔آپ نے نظم اور نثر دونوں اصناف میں لکھا،آپ کا اردو کلام ۱۹۷۵ء میں سامنے آیا۔"گنج شریف" کے نام سے اردو کلام کا انتخاب سید شریف نے دارالمورخین (لاہور) سے شائع کرایا۔ڈاکٹر سید عبداللہ کے نزدیک گنج شریف کو تین خصوصیات کی وجہ سے اہمیت حاصل ہے:

۔ تصوف کی کتاب کی حیثیت سے

۔ اردو تصنیف کی قدامت کے لحاظ سے

۔ پنجاب میں اردو کے لحاظ سے

لیاقت علی شفقت لکھتے ہیں:

> "گنج شریف" اردو کی پہلی کتاب ہے ۔ڈاکٹر سید عبداللہ کی رائے بہت معتبر ہے کہ گنج شریف کے مل جانے سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اردو شاعری پنجاب میں دکن کے بعد نہیں شروع ہوئی، اس کے ساتھ ساتھ شروع ہوئی بلکہ یوں سمجھئے کہ اس سے بھی پہلے کیونکہ گنج شریف میں محمد قلی قطب شاہ کے کلام کے مقابلے میں زیادہ پختگی اور ترقی یافتہ زبان کے نمونے موجود ہیں"۔(۲)

"گنج شریف" سے کلام کا نمونہ پیش ہے:

دین گوریا دنی پر، دنی نہ نبھی ساتھ
پاؤں کو ہاڑ ماریا، ظالم اپنے ساتھ
اول آخر دین ہے دنیا ہے چار دن
دین گوائے نہ دنی پر نوشہ کہہ پوکار
دنیادار دنی کو چاہے دین چاہے دین دار
جیسی ہمت تیسی خواہش نوشہ کہے پوکار(۳)
اکھے نوشہ قادری توں سن تچیارا
کیہا منے پیو دا سو پتر پیارا

حکم شرع دا من لے مرشد فرمایا
سدھے راہے چلیاں کیں راہ بھلایا
کم نہ ہووے شرع بن دینی و دنیائی
بابجھ شریعت منیا کیہی فقرائی
غیر شرع دا ہوناں ہوون حیواناں
آیا من حکم نوں آ حکم نہ ماناں
شرع جہاز رسول دا چڑھیا سو تریا
منے شرح محمدی جیں کلمہ پڑھیا
موہوں آکھن منیا اتے من ناہیں
سو جھوٹھے درگاہے اگے سڑن بھائیں (۴)

محمد نوشہ گنج بخش کی اردو کتاب "گنج شریف" کے علاوہ اردو رسالہ "گنج الاسرار" ہے جو ۱۳۶، اشعار پر مشتمل ہے۔اس رسالہ کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"اگر اس تصنیف کو حاجی محمد نوشہ ہی کی تصنیف مان لیا جائے تو "گنج الاسرار" اردو ادب کی تاریخ میں اپنے زبان وبیاں کی وجہ سے ایک خاص اہمیت کی حامل ہو جاتی ہے۔"گنج الاسرار" ان اشعار سے شروع ہوتی ہے۔"

جس ذات کا اللہ ناؤں
اس کا تجھے بتاؤں ٹھاؤں
کم ایک سے تین ہزار
اتنے نام دھرے کرتار
اتنے ہوئیں جس کے ناؤں
کیونکر چھپتا اس کا ٹھاؤں
حق ہے باقی عالم فانی
فانی کی ناں رہی نشانی (۵)

آپ ۱۶۴۳ء میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔آپ کا مزار نوشہ شریف (موجودہ منڈی بہاؤالدین) میں ہے۔ہر سال حضرت نوشہ کا عرس عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے جس میں ہزاروں عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔

قاضی رضی الدین کنجاہی

رضی الدین تقریباً ۱۶۱۵ء میں گجرات کے قصبہ کنجاہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی درویش صفت انسان تھے۔ اس وقت کے مطابق دینی تعلیم حاصل کی۔ ۱۶۳۵ء میں حضرت نوشہ گنج بخش کے مرید ہو گئے۔ پیرومرشد سے فیض حاصل کرنے کے بعد عبادت وریاضت میں مصروف ہو گئے۔ آپ محمد نوشہ گنج بخش کے خلیفہ بھی بنے۔ پیرومرشد شاعر اور عالم تھے اس لیے شاعری بھی کرتے رہے۔ اکثر ذکر الٰہی میں مست رہتے۔ ۱۶۹۲ء کے لگ بھگ کنجاہ میں ہی وفات پائی۔ کنجاہ میں قاضی رضی الدین کنجاہی کا مزار موجود ہے۔

نمونہ کلام پیش ہے:

ایں زبان ناطق آنجا گنگ بود
پائے ریں تدبیر گفتن لنگ بود
گر زبان حال خود بودے سخن
تا رمز مارا رہدے ایں موئے من
یک سر مو از کمال وصف آں
می نیاید دریاں جز لطف آں
قصہ ہائے عشق او بس بے شمار
می نیائد در نوشتن ہوشدار
قصہ بسیار بودد ایں کلام
مختصر کردم ازاں خیر الانام
من نہ گاہے ملتمس از حالہا
او ہمیں گفت از دل و مال ہا
ایں زبانم کند از گفت و شنود
باوجودش ایں سخن گو خود بنود(۶)

قاضی خوشی محمد کنجاہی

آپ ۱۶۱۰ء کے قریب کنجاہ میں پیدا ہوئے۔ آپ قاضی رضی الدین کنجاہی کے بڑے بھائی تھے۔ آپ بھی حضرت نوشہ گنج بخش کے مرید تھے۔ کلیم احسان بٹ، خوشی محمد کنجاہی کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”آپ فارسی، اردو اور پنجابی کے شاعر تھے۔ نوشہ گنج بخش کے مقبول ترین مرید اور خلیفہ تھے۔

علماء فضلا اور امراء کا ایک خاص طبقہ ان کا مرید تھا۔ نور تخلص کرتے تھے۔ آپ کے کلام کا نمونہ
دستیاب نہیں ہے۔"(۷)

قاضی خوشی محمد کنجاہی ۱۶۷۷ء میں فوت ہوئے۔

علامہ محمد اکرم غنیمت کنجاہی (غنیمت کنجاہی)

غنیمت کنجاہی کا اصل نام محمد اکرم غنیمت تھا۔ آپ ۱۶۲۵ء کے قریب کنجاہ میں پیدا ہوئے۔ اصل تاریخ پیدائش کا علم نہیں ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت خضرؑ نے آپ کی والدہ کو بیٹے کی پیدائش کی بشارت دی تھی، اسی وجہ سے انھوں نے اپنا تخلص غنیمت رکھا۔ آپ سید صالح محمد گیلانی کے مرید تھے۔ حضرت سید صالح محمد گیلانی، حضرت محمد نوشہ گنج بخش کے مرید تھے۔ یوں غنیمت کنجاہی بھی سلسلہ نوشاہیہ میں ہی رنگ گئے۔ غنیمت کنجاہی پیر و مرشد کی بیعت کے بعد زیادہ وقت عبادت میں گزارتے۔ آپ فارسی زبان کے عظیم المرتبت شاعر تھے۔ گوہر نوشاہی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مولانا غنیمت کنجاہی نوشاہی فارسی ادب کے ان مشہور شعراء میں سے ہیں جن پر سرزمین پنجاب اس وقت تک فخر و ناز کرے گی جب تک یہاں فارسی ادب کا ذوق باقی ہے۔ انھوں نے غیر ملکی ہونے کے باوجود فارسی زبان پر وہ قدرت حاصل کی کہ اساتذہ فن ان کے حضور میں تحسین کرنے پر مجبور ہوئے۔ ایسی ہستیاں بظاہر دنیا سے روپوش ہو جاتی ہیں لیکن روحانی طور پر ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔"(۸)

ڈاکٹر جمیل جالبی بھی ملا غنیمت کنجاہی کو خاص اہمیت دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"غنیمت کنجاہی اپنے وقت کے جید عالم اور فارسی کے مشہور شاعر اور انشا پرداز تھے۔ "دیوان غنیمت"، "مثنوی نیرنگ عشق" اور "انشائے غنیمت" ان سے یادگار ہیں۔ فارسی کے ساتھ ساتھ انھوں نے اردو میں بھی شاعری کی۔ قاضی فضل حق نے بیاض مملوکہ پروفیسر ضیا محمد سے ان کی ایک رباعی نقل کی ہے جس میں رواج زمانہ کے مطابق جو فارسی گو شعرا سے مخصوص تھا۔ اردو و فارسی، ریختہ کے انداز میں لکھی ہے۔

جو گئے داد دل بہ گلبداں
رنگ او ہچو رنگ نا فرماں
گفتمش "تیرا یار لالہ ہے"
گفت با داغ دل کہ "ہاں ہاں"

اس رباعی میں اردو کے صرف دو جملے ہیں لیکن ان سے اس دور کی زبان اور لہجے پر روشنی ضرور پڑتی ہے۔"(۹)

فن شاعری میں غنیمت کنجاہی نے سید محمد زمان راسخ سرہندی کی شاگردی اختیار کی تھی ۔آپ ۱۶۸۹ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۔آپ کا مزار کنجاہ (گجرات) کے جنوب میں باغ دیواناں میں موجود ہے ۔آپ کا سالانہ عرس ہر سال جیٹھ کی آخری جمعرات کو منایا جاتا ہے ۔عرس کے موقع پر مقامی لوگوں کے علاوہ دور دراز علاقوں سے بھی عقیدت مند آتے ہیں ۔غنیمت کنجاہی کے آباؤ اجداد ملک شام سے ہجرت کر کے کنجاہ (گجرات) آئے اور یہیں آباد ہوئے ۔یہ خاندان زمانہ قدیم سے علم و فضل کا سرمایہ دار تھا اور آج بھی اس خاندان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

دانا کنجاہی

دانا کنجاہی عالمگیر کے دور میں کنجاہ میں پیدا ہوئے ۔دانا کنجاہی کی تاریخ پیدائش ۱۶۴۰ء کے لگ بھگ ہوئی ۔والد کا نام خوشی محمد نور کنجاہی تھا ۔آپ کے والد سلسلہ نوشاہی کے معروف بزرگ ہیں ۔والد شاعر بھی تھے اسی لیے شروع سے ہی شاعری کی طرف رجحان ہو گیا ۔اس دور میں اردو شاعری کا رواج ہو چکا تھا ۔اس لیے دانا نے بھی نئی زبان میں طبع آزمائی کی ۔اس ابتدائی دور میں اردو اور پنجابی میں خاصا اشتراک تھا ۔شیخ کرامت رقم کرتے ہیں:

> ''اظہار کی نئی راہ نکالی جا رہی تھی اور گوراشاہی اردو کی طرح بابر شاہی اردو ابھر رہی تھی جس میں آدھا مصرعہ فارسی کا اور باقی اردو کا ہوتا اور یوں اردو کی تخم ریزی اور آبیاری میں کنجاہ (گجرات) نے بھی حسبِ مقدور حصہ لیا۔''(۱۰)

دانا کنجاہی کے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:

چہ بندی دل بریں ہستی کہ دم میں جان جاتا ہے
نخواہی ماند در عالم جگت پہ لیار بھاتا ہے
دریں جا ساختی منزل تو کر کچھ کوچ کا ساماں
ازیں دار فنا آخر تیرا اک دن چلاتا ہے
چوں بینی نقش مردم را فلانی ہاں سمجھ دل میں
کہاں تابوت تو دیدہ کہیں گے یہ فلاتا ہے
اگر فرش تو شد مخمل نہیں کچھ اعتبار اس کا
تو در خاک لحد خوابی کہ اصل یہ بچھاتا ہے
یہ سر یہ تاج بہرامی کہاویں خان خاناں تو
کفن در گور آئی کہ خاناں کہ یہ خاتا ہے

نگر و پاش در ایں راہ سمجھ کر بھارگوں بھارا
بجز تو بار عصیانت کہو کس نے اٹھانا ہے
مشہور دیوانہ اے دانا تجھے گرہوش ہے باقی
نمی باقی اگر دانا تو دنیا کا دیوانا ہے
گدائے درگہ حق شو نہ کیجئے مان شاہی کا
کلیم فقر در بر کش یہی تیرا شہانا ہے (۱۱)

اس غزل میں فارسی اور اردو کا ملاپ ہے، پنجابی لہجہ اور لغت بھی نمایاں ہے ،مثلاً فلانی ،فلانا، بھار وغیرہ پنجابی کے ہیں،کو کی جگہ کوں، بعد میں متروک ہو جاتا ہے،اس غزل میں اس کی دونوں صورتیں استعمال ہوئی ہیں۔خانقاہوں کے اثرات اس دور میں نمایاں تھے اس لیے دنیا کی بے ثباتی،انسانی بھول پن اور ہدایت جیسے مضامین کا چناؤ ہے۔

جان محمد

جان محمد گجرات کے گاؤں حاجی والہ میں پیدا ہوئے۔روایت کے مطابق جان محمد وہ پہلے بزرگ تھے جو حاجی والہ میں آکر آباد ہوئے۔قاضی فضل حق ان کے متعلق رقمطراز ہیں:

”میرے جد ششم ہیں، پنجابی میں ان کی شاعری مسلم تھی۔حافظ برخوردار ثانی اور میاں محمد جنھوں نے اپنی کتابوں میں بعض شعرائے قدیم کا ذکر کیا ہے ان کے پنجابی دوہڑوں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔“(۱۲)

جان محمد کا دور اردو شاعری کا عہد زریں تھا،لیکن اس کے اثرات دوردراز علاقوں تک نہیں تھے۔جان محمد کا انتقال تقریباً ۱۸۱۰ء میں ہوا۔اس دور میں میر کی شہرت پورے ہندوستان میں تھی۔شاعری کا بول بالا تھا لیکن نثر کو وہ ترقی حاصل نہ تھی۔جان محمد کی ایک مناجات دستیاب ہے۔ملاحظہ ہو:

رحیما کریما بہر رسول ﷺ

مرے عیب گنہ کہ انہیں انت مول
نہ کریو غالب مجھ پہ شیطان نفس عدول
فضل کرم لطف رکھیو اپنا معمول
تیرا نام ستار غفار ہے
میرا نام عاصی گنہگار ہے
میرے سر پہ عیب گناہ کا انبار ہے

تو ہیں کاٹیو عیب میرے تری عالی دربار ہے
تو ہیں کریو رحم اپنے مجھے درکار ہے
قدرت تمہاری مجھے معلم کیا اسرار ہے(۱۳)

اس مناجات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اردو کے عروض کا خیال نہیں رکھا گیا ہے ۔مقفی نثر معلوم ہوتی ہے ۔قاضی فضل حق اس کو نثر مقفی ہی سمجھتے ہیں کیونکہ اس عہد میں نثر مقفی اور مسجع انداز میں لکھی جا رہی تھی ۔گجرات کے دور افتادہ گاؤں سے اردو زبان کے ایسے نمونے کا مل جانا اہم ہے اور ان کے کلام کو یکسر نظر انداز کر دینا مناسب نہیں ہے ۔

غلام قادر جلالپوریہ

غلام قادر انیسویں صدی عیسوی کے شاعر ہیں ۔تاریخ پیدائش کے متعلق معلوم نہ ہو سکا ۔آپ کا تعلق گجرات کے قصبہ جلالپور جٹاں سے ہے ۔ان کے متعلق ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری لکھتے ہیں:

''گجرات سے دولت نگر جانے والی سڑک پر ایک غیر معروف گاؤں سبور (صبور) آتا ہے جہاں شاعروں کا ایک خاندان گزرا ہے ۔حیدر اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے جو سبور سے جلالپور جٹاں آ مقیم ہوئے ۔فارسی، پنجابی اور اردو تینوں زبانوں کے قادر الکلام شاعر تھے ۔''(۱۴)

آپ ہر زبان میں مختلف تخلص استعمال کرتے تھے ۔فارسی میں حیدر، جبکہ اردو کلام میں غلام تخلص کرتے تھے، آپ بڑے حاضر دماغ اور نکتہ سنج شاعر تھے ۔حکمت کو پیشہ کے طور پر اپنایا، ان کی وفات انیسویں صدی کے درمیان ہوئی ۔قاضی فضل حق نے جو غزل نمونہ کے طور پر دی، ملاحظہ ہو:

تری رخ کی تاب جمال سے نہ قمر کی وہ قمری رہی
نہ سمن کی سیم بری رہی نہ چمن کی جلوہ گری رہی
کے خوش خرابی کی طرز میں تیرے سرو قد کی ہمسری
یہ ہوس ہمیشہ ہوا میں بھی بخیال کہل روی رہی
بجناب حضرت عشق جب لیا درس نکتہ صلح کل
نہ کسی سے جنگ و جدل رہا نہ کسی سے کینہ وری رہی
بخیال ساقی چشم تو شدہ خواب و مخمل وعنبری
گئی بدلہ کی جھلک بدل نہ ذرا بھی تاب ذری رہی
ہوئے موج خیز فنا میں ہم بکمال شوق جب آشنا

اس جوش سیل بلا میں بھی سبھی امن و فراغ دہری رہی
دل و دیں کیا ہے فنا میں سب تیرے عشق بیچ پھنسا ہوں جب
نہ رہا ہے کچھ زحق ادب جو رہی سو جان سپری رہی
دیکھو معجزہ نہیں ہے کیا تیرے حسن و شان کے روبرو
نہ کمال شان ملک رہا نہ مجال حسن پری رہی
کیا منزلوں سے جدا رہا رہ دور کعبہ عاشقی
یہ مراد خاطر عاشقاں اسی راہ میں سفری رہی
نگہ عنایت یار کی کروں کس زباں سے صفت بیاں
کہ کرم سے حال غلام پہ وہی عین خوش نظری رہی (۱۵)

نصرت مند

نصرت مند گجرات میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سعادت مند تھا۔ نصرت مند کا خاندان حکمران خاندان تھا اور گجرات میں قانون گو تھے۔ اس دور کے کلچر کے مطابق شروع سے ہی شاعری شغف تھا۔ نصرت مند مغلیہ سلطنت کے آخری دور کا مورخ بھی ہے۔ صاحب دیوان شاعر ہونے کی وجہ سے اس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ شیخ کرامت ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''شیخ نصرت مند مصنف ''نصرت نامہ'' جس میں گجرات کی تاریخ کے بہت سے نام نظم میں قلمبند ہیں، سلطنت مغلیہ کے آخری دور کا مورخ ہے۔'' (۱۶)

نصرت مند کی وفات کے بارے بھی صحیح علم نہیں ہے۔ ایک محقق کے نزدیک سن وفات ۱۱۵۶ھ ہے۔ لیکن یہ غلط ہے کیونکہ اس وقت گجرات کے حاکم اور خالصہ فوج کے درمیان ہونے والی لڑائی کا ذکر نصرت مند کے دیوان ''نصرت نامہ'' میں موجود ہے۔

ڈاکٹر شاہین مفتی نے نصرت مند کے کلام سے درج ذیل شعر درج کیے ہیں:

خوب رو خوب کام کرتے ہیں
اک نگاہ سے غلام کرتے ہیں
دیکھو خوباں کو وقت ملنے کے
کس ادا سے سلام کرتے ہیں
کیا وفادار ہیں کہ ملتے ہیں
دل سوں ست رام کرتے ہیں

"نصرت نامہ" کی عدم دستیابی کی بنا پر اس لیے ان اشعار کی تصدیق ممکن نہیں ہے۔ لیکن ان اشعار کے متعلق کلیم احسان بٹ رقمطراز ہیں:

"یہ اشعار نصرت مند نہیں ولی دکنی کے ہیں۔ شاہین مفتی نے احمد حسین قریشی کے ایک مضمون سے نقل کیے ہیں۔"(۱۷)

محمد علی شاہ

آپ کا نام میر محمد علی شاہ تھا۔ قاضی فضل حق نے ان کا تخلص میرک بتایا ہے۔ کلیم احسان بٹ نے اپنی کتاب میں قاضی فضل حق کی رائے کو نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"یہ بزرگ گجرات کے رہنے والے تھے اور گنیش داس اپنی کتاب "صاحب نامہ" میں ان کے متعلق لکھتا ہے:

"محمد علی سید میرک تخلص در علم اشعار فارسی اندک گوخوب" مجھے ان کے فارسی کلام کا کوئی نمونہ دستیاب نہیں ہو سکا مگر ایک قلمی بیاض سے ان کی ایک اردو غزل بھی ملی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب اردو میں بھی طبع آزمائی فرمایا کرتے تھے۔ وہاں ان کا نام میر محمد علی شاہ دیا ہے۔"(۱۸)

قاضی فضل حق کی تحقیق ٹھیک نہیں ہے کیونکہ قاضی صاحب نے جو حوالہ دیا ہے اس کے مطابق ان کا تخلص "مرگ" مرقوم ہے۔ گنیش داس نے "چہار باغ پنجاب" کے صفحہ نمبر ۱۷۹ پر "محمد علی سید میرگ" لکھا ہے۔ ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری کے کتب خانہ میں محمد علی سید میرگ کی بیاض موجود ہے۔ قریشی صاحب نے بھی تخلص میرگ بتایا ہے۔ لہٰذا میرگ تخلص ٹھیک ہے۔ اسی بیاض سے جو غزل نقل کی گئی ملاحظہ ہو:

صحبت عشرت ہے مے پی لو بہاراں پھر کہاں
ساغر مے گل بکف اے بادہ نوشاہ پھر کہاں
اب چمن کے تخت پہ بیٹھا ہے گل اے عندلیب
کر لے مجرہ ورنہ یہ تخت سلیماں پھر کہاں
ہیں دہکتے داغ میرے دل کے انجم کی طرح
کر گزر اس انجمن پہ یہ چراغاں پھر کہاں
کچھ کرو ہو سکتا ہے میرگ کا علاج
جب گیا ہاتھوں میں یہ بیمار درماں پھر کہاں(۱۹)

خواجہ ثناءاللہ پیر خرابات

آپ ۱۸۰۹ء میں سری نگر میں پیدا ہوئے۔والد کا نام حضرت عبدالرحمان بلبل شاہ تھا۔آپ ایک درویش اور صوفی تھے۔خواجہ ثناءاللہ کی تربیت ان کے نانا شاہ عبدالغفور نے کی۔آپ اپنے وقت کے مشہور رنگ ریز تھے۔خواجہ ثناءاللہ نے مختلف لوگوں کے ہاں کام کیا۔تجارت کے سلسلہ میں ایران،افغانستان اور ہندوستان کی سیر کی۔کچھ عرصہ جالندھر میں رہے پھر امرتسر،لاہور اور سیالکوٹ سے ہوتے ہوئے گجرات آگئے۔گجرات میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔آپ کو فارسی،کشمیری،پنجابی،عربی اور اردو پر عبور تھا۔آپ نے بہت سے لوگوں کو دینی تعلیم دی۔آپ عالم اور شاعر تھے۔بچپن سے ہی عارفانہ تربیت ملی تھی۔ساری زندگی رزق حلال کمایا اور اسی غرض سے مختلف جگہوں کی سیاحت بھی کی۔آپ نے تقریباً ۱۰۲ کتب لکھیں جن میں سے ۵۰ دریافت ہو چکی ہیں انھی کتب سے آپ کی دیگر کتابوں کا پتہ چلتا ہے۔آپ ۱۸۸۰ء میں گجرات کے قصبہ جلالپور جٹاں کے پاس انتقال کر گئے۔آپ کا مزار یہیں ہے۔"پیر خرابات خواجہ ثنااللہ" کے نام سے ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری نے ۸۰ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی ہے۔اس کتاب میں ڈاکٹر قلعداری نے پیر ثناءاللہ کے متعلق تمام معلومات پیش کی ہیں۔نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

میری طاق دل اوپر جس صنم کا ماہ تاباں ہے
اوی کے نور سے ہر ذرہ میرا پرتو افشاں ہے
در ظہور و دربطون اول و آخر بہر عالم
سری ما سروری ما رہبری ما شاہ جیلاں ہے
مریدی لا تخف سن ہوا بے خوف دل میرا
مریداں سر بسر در سایہ محبوب سبحاں ہے
سوئے بغدا ہر شام و سحر چلتا ہے مرغ دل
کبوتر ساں بطوف دوگہ آں شاہ شاہاں ہے
کبھی رند و قلاش اور کبھی پیر خراباتی
کبھی زاہد کبھی شیخ کبھی سرخیل مستاں ہے(۴۰)

احمد یار مرالوی

احمد یار مرالوی ۱۷۶۸ء میں جلالپور جٹاں میں پیدا ہوئے۔آباؤاجداد کا تعلق سوہدرہ سے تھا۔احمد یار نے جلالپور جٹاں سے ہی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔جوانی کے زمانے میں مرالہ تحصیل پھالیہ چلے گئے اور ۱۸۴۵ء میں وہیں وفات پائی۔آپ پنجابی کے شاعر تھے،پنجابی ادبیات میں احمد یار مرالوی کا ایک نام ہے۔فارسی،

ہندی اور اردو میں بھی شاعری کی ،ڈاکٹر شہباز ملک کے مطابق انھوں نے اردو میں ایک کتاب لکھی اور ایک ہفت زباں حاتم نامہ بھی ہے جس میں زیادہ تر پنجابی اور فارسی آمیز اردو استعمال ہوئی ہے ۔احمد یار مرالوی کی پنجابی کتب کی تعداد تقریباً ۴۰ ہے ۔نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

جہاں سیتی پڑا غلغل تری امواج جوبن سیں
عجب شمشیر ابرو سے شہیدوں کوں بہار آئی
کہو بلبل قفس موں سوں نکل کر سیر گلشن کا
جہاں میں موسم شادی ہو یا رنگیں بہار آئی (۴۱)

درج بالا بحث سے گجرات کی قدیم شعری روایت کا سراغ بہت واضح انداز میں محسوس کیا جا سکتا ہے ۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱)کلیم احسان:(۱۹۹۶ء)، گجرات میں اردو شاعری کی روایت، گجرات ،ناوک پبلشرز،ص ۴۷

(۲)لیاقت علی شفقت:(۱۹۹۱ء)، گجرات کی بات، پھالیہ،س۔ن،ص ۸۷

(۳)نوشہ گنج بخش:(۱۹۷۵ء)، انتخاب گنج شریف،مرتب،سید شریف۔لاہور،دار المورخین،ص ۱۹

(۴)برق ،ابوالکمال:(۲۰۰۵)، نوشاہی شعراء، گجرات،مکتبہ نوشاہیہ،ص ۳۵

(۵)جالبی،جمیل:(۱۹۹۵ء)، تاریخ اردو ادب،(جلداول)،لاہور،مجلس ترقی ادب،ص ۶۲۷

(۶)برق ،ابوالکمال؛(۲۰۰۵)، نوشاہی شعراء، گجرات،مکتبہ نوشاہیہ،ص ۴۰

(۷)کلیم احسان بٹ:(۱۹۹۶ء)، گجرات میں اردو شاعری کی روایت، گجرات،ناوک پبلشرز،ص ۳۸

(۸)نوشاہی،گوہر:(۱۹۸۹ء)،اورئینٹل کالج میگزین،لاہور،ص ۸۱

(۹)جالبی،جمیل:(۱۹۹۵ء)، تاریخ ادب اردو (جلداول)،لاہور،مجلس ترقی ادب،ص ۶۳۱

(۱۰) شیخ،کرامت اللہ:(۱۹۷۷ء)، آئینہ گجرات، گجرات،زمیندار ایجوکیشنل سوسائٹی،ص ۲۱

(۱۱) کلیم احسان:(۱۹۹۶ء)، گجرات میں اردو شاعری کی روایت،ناوک پبلشرز، گجرات،ص ۳۹

(۱۲) شیرانی،حافظ محمود،پنجاب میں اردو،لاہور،س۔ن،ص ۷۷

(۱۳) ایضاً،ص ۷۸

(۱۴)قریشی احمد حسین،ڈاکٹر:(۱۹۶۸ء)، گجرات بعہد قدیم و جدید،مکتبہ ظفر، گجرات،ص ۴۳

(۱۵) پنجاب میں اردو،ص ۸۱

(۱۶) شیخ، کرامت اللہ: (۱۹۷۷ء)، آئینہ گجرات، زمیندار ایجوکیشنل سوسائٹی، گجرات،ص ۳۱

(۱۷) کلیم احسان: (۱۹۹۶ء)، گجرات میں اردو شاعری کی روایت،ص ۴۷

(۱۸) ایضاً،ص ۴۴

(۱۹) ایضاً،ص ۴۳

(۲۰) ایضاً،ص ۶۱

(۲۱) پنجاب میں اردو،ص ۳۹